ابوابِ مُتفرّقہ

از

ڈاکٹر غلام مصطفٰے خان

(۱۹۹۸ء)

گابا ایجوکیشنل بکس

اُردو بازار، ایم۔ اے جناح روڈ کراچی (پاکستان)

فون نمبر ۲۶۲۸۲۶۶-۲۶۳۶۵۶۵ — فیکس ۲۶۳۰۶۰۶

مقدّمہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

میری عمر اب آخری منزل میں ہے ۔ معلوم نہیں کب وقت آجائے ۔ بارگاہِ الٰہی میں اپنے گناہوں کی وجہ سے شرم سار ہوں لیکن اُس کی رحمت کا طلب گار ہوں ــــ اپنی زندگی کے بعض تجربات (استفادات بھی) قلم بند کر رہا ہوں ۔ ممکن ہے کہ ناظرین کو ان سے کچھ فائدہ حاصل ہو سکے ۔
استدعا ہے کہ وہ مجھے دعاؤں میں یاد رکھیں ۔

احقر

غلام مصطفٰے خان

فہرست

مُطَالعَہ

بھنبھور (سندھ) کی جامع مسجد میں ۲ دو کتبے ہیں۔ ایک کتبہ سنہ ۱۰۹ھ (سنہ ۷۲۷ء) کا ہے اور دوسرا
سنہ ۲۹۴ھ (سنہ ۹۰۷ء) کا ہے۔ پہلا کتبہ اس طرح ہے :- بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مما أمر به الامير مروان
بن محمد مولى امير المؤمنين اعزّه
الله على يدي علي بن موسى (؟) مولى امير
المؤمنين اكرمه الله۔ سنة تسع مائة (؟)

IN THE NAME OF ALLAH, THE BENEVOLENT, THE MERCIFUL
WHAT AMIR MARWAN (?) IBN MUHAMMAD MAWLA AMIR-UL-MUMININ, MAY ALLAH MAKE HIM GLORIOUS, ORDERED ABOUT IT (ERECTION) THROUGH THE

AGENCY OF ILI IBN MUSA (?)
MAWLA AMIR-UL-MUMININ
MAY ALLAH MAKE HIM
ILLUSTRIOUS, IN THE YEAR
109 A.H

دوسرا کتبہ اس طرح ہے :۔

بسم اللہ الرحیم۔ لا الٰہ الا اللہ (وحدہ) وانّ محمد رسولہٗ وعبدہ
انّما یعمر مسا(جد) اللہ من اٰمن باللہ والیوم الآخر واقام الصلوٰۃ واٰتی الزکوٰۃ ولم یخش اللہ فعسیٰ اولٰئک
ان یکونوا من المھتدین ۔

ھٰذا مما امر بنصبہ الامیر محمد بن عبد البر (فی ذی) قعدہ (؟) سنۃ اربع وتسعین ومائتین
بھنبھور میں سکّے بھی ملے ہیں۔ دو سکّے خلیفہ ولید بن عبد الملک کے
زمانے کے ہیں اور دونوں پر ۹۵ھ کندہ ہے ۔

مکتوباتِ مظہریہؒ (جو راقم الحروف نے شایع کی تھی) اس کو دیکھ کر
مولانا سفیر احمد قادری (محلّہ بٹوال۔ امروہہ) نے ۲۶ فروری ۱۹۷۷ء کو
مجھے اپنے خط میں کچھ باتیں تحریر فرمائی تھیں۔ وہ یہ ہیں :۔
شاہ ضَیف اللہ کا مزار محلّہ کٹکوئی۔ امروہہ میں موجود ہے۔ وہ
حضرتِ مظہرؒ کے مُرید اور خلیفہ تھے۔ اُن کا وصال ۹ رجب ۱۲۴۰ھ کو
ہوا۔ مصرع تاریخی ہے :۔ ندا آمد کہ "شُد ضیفِ الٰہی"
۱۲۴۰

شاہ ضَیف اللہ کے ایک صاحبزادے
سیّد اسد اللہ تھے۔

سیّد اسد اللہ خان عرف میر کلّو۔ یہ دوندے خاں کی سرکار سے متوسّل تھے اور آخری جنگ پانی پت میں بھی شریک تھے۔ میر کلّو نے ایک مدرسہ حنفیہ اور ایک مسجد محلّہ گذری (امروہہ) میں تعمیر کرائی تھی۔ وہ اب بھی موجود ہے۔ ۱۱۸۴ھ یا ۱۱۸۵ھ میں حضرت مظہرؒ دہلی سے امروہہ تشریف لے گئے تھے (مکتوب جہلم۔ کلمات طیّبات) اور سیّد اسد اللہ خان عرف میر کلّو کے اسی مدرسہ میں قیام فرمایا تھا۔ شاہ عبد الباریؒ جن کا مزار محلّہ قریشی میں واقع ہے اُن کے جدّ بزرگوار شاہ عبد الہادیؒ کی خانقاہ بھی وہیں ہے۔ شاہ عبد الہادیؒ کی استدعا پر حضرت مظہرؒ اسی خانقاہ میں کئی ہفتے تک مقیم رہے۔ شاہ عبد الباریؒ بھی حضرت مظہرؒ کے خلیفہ تھے۔ مکتوبات دیر میں ایک نام (میر) غلام نبی بھی ہے۔ یہ بزرگ نوگانواں (مضافات امروہہ) کے رہنے والے تھے۔ بدایوں، بسولی، بریلی اور رام پور میں ان کے بہت سے مُرید تھے۔ یہ حضرت شاہ ولی اللہؒ کے بھائی شاہ حبیب اللہ کے خلیفہ تھے۔

ایک نام (مکتوباتِ مظہریہ) میں علی اصغر عرف میر مکھّو ہے۔ اسی زمانے میں ایک فضل علی عرف مکھّو بھی تھے۔

میر کلّو نے بچھراؤں میں شاہ اعظمؒ کا مزار اپنے خرچ سے بنوایا تھا۔

ایک صاحب کے یہاں ایک مخطوطہ عجائب النہران (مکتوبہ ۱۲۲۴ھ۔ مؤلّف نامعلوم) دیکھا تھا۔ اُس میں ایک واقعہ سلطان امیر علی شیر (م ۹۰۶ھ) سے مذکور ہے کہ سلطان نے قاضی اختیار الدین حسن سے سُنا تھا کہ مولانا عبد الرحمٰن جامیؒ (م ۸۹۸ھ) جب حج کے لیے گئے تو ایک شخص اُن کا مُرید ہوا۔ وہ ہر روز حاضر ہوتا تھا۔ پھر کئی دن تک

نہیں آیا۔ پھر جب آیا تو اُس نے بتایا کہ میں نے ایک سانپ پتھر سے مار ڈالا تھا۔ اس کے بعد گرد و غبار اُڑا اور ہوا نے مجھے اُڑا کر ایک ایسی جگہ پہنچا دیا کہ وہاں ایک شخص تخت پر بیٹھا ہوا نظر آیا۔ وہ بادشاہ معلوم ہوتا تھا۔ بہت سے لوگ اُس کے گرد بیٹھے تھے۔ کچھ لوگ جو مجھے وہاں لے گئے تھے اُس بادشاہ سے کہنے لگے کہ یہی وہ آدمی ہے جس نے ہمارے ساتھی کو مارا ہے۔ بادشاہ نے مجھ سے سوال کیا کہ واقعی تم نے اُسے مارا ہے؟ میں کچھ کہنے والا تھا کہ بادشاہ کے لوگوں میں سے ایک نے مجھ سے کہا کہ تم بادشاہ سے کہو کہ مجھے وہ بتاؤ، جو شرلیعت کہتی ہے۔ چناں چہ جب میں نے ایسا کہا تو بادشاہ نے مجھے قاضی کے پاس بھیج دیا۔ قاضی نے اُن لوگوں سے جو مجھے لے گئے تھے دریافت کیا کہ تمھارا مقتول اُس وقت کس صورت میں تھا۔ انھوں نے جواب دیا کہ وہ اُس وقت سانپ کی ہیئت میں تھا۔ قاضی نے کہا کہ پھر تمھارا دعویٰ صحیح نہیں ہے۔ کیوں کہ میں نے لیلۃ الجن میں خود حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے۔ آپ نے فرمایا تھا:-

مَنْ تَزَیّٰ بِغَیْرِ زِیِّہٖ فَاِنْ قُتِلَ فَدَمُہٗ ھَدَرٌ

(جس نے اپنے علاوہ کوئی اور بھیس اختیار کیا، پھر وہ قتل کیا گیا تو اُس کا خون رائیگاں ہے)

بالکل اسی طرح کا ایک واقعہ شاہ ولی اللہ محدثؒ دہلی (المتوفی ۱۱۷۶ھ) کے بھائی اہل اللہؒ سے بھی منسوب ہے۔

STUDIES IN NORTH INDIAN LANGUAGES

BY DR. GRAHAME BAILEY (LONDON, 1938)

اس کتاب کے صفحہ ۱۸۶ میں حیدر علیؒ کے عَلَم کی تصویر ہے اور صفحہ ۱۸۸ میں ٹیپو سلطانؒ کے عَلَم کی تصویر ہے (میرا خیال ہے کہ وہ ایک ہی عَلَم تھا جو باپ بیٹے کے استعمال میں تھا) - یہ علم انڈیا آفس لندن میں محفوظ ہے۔ سنہ ۱۲۱۶ محمدی (= سنہ ۱۲۰۴ھ) کا ہے۔ اس عَلَم پر نقشبندی بزرگوں کے نام کندہ ہیں اور حضرت عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا نام بھی ہے۔

مدینہ منورہ کی رباط مظہریہ میں شاہ ابو سعید دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (م سنہ ۱۲۵۰ھ) کے دستِ مبارک کا سنہ ۱۲۳۴ھ کا لکھا ہُوا قرآن مجید بڑی تقطیع میں ہے۔ کہا جاتا ہے کہ انھوں نے اپنے شیخ حضرت شاہ غلام علی رحمۃ اللہ علیہ (م سنہ ۱۲۴۰ھ) کے لیے لکھا تھا۔

کابل کے محلہ سیاہ سنگ میں حضرت محمد معصوم ثانیؒ (م سنہ ۱۱۶۱ھ) کے صاحب زادے حضرت عزت اللہ مجددی علیہ الرحمہ (م سنہ ۱۲۱۶ھ) کا مزار ہے۔ لوحِ مزار پر یہ سجع کندہ ہے:-

ع یا مجددؒ، عزت اللہ از تو عزت یافتہ

سیالکوٹ کے بجلی محلہ میں مولانا عبد الحکیم علیہ الرحمہ کا مزار ہے۔ اُن کی تاریخ پیدائش سنہ ۹۶۸ھ اس پر درج ہے اور یہ شعر بھی ہیں:-

بحکمِ ازل چوں بہ جنّت رسید
شہ معدنِ علم عبد الحکیم
ندا شد ز دل سالِ ترحیل او
"ولی مخزنِ علم عبد الحکیم"
۱۰۶۸ھ
(۱۸ ربیع الاوّل)

اُن کے ساتھ ہی اُن کے صاحب زادے مُلّا عبد اللہ الملقب لبیب کا مزار ہے۔ اُن کی تاریخِ وفات ۱۱۱۸ھ کندہ ہے۔

دہلی کی جامع مسجد بنیاد ۱۰۴۹ھ میں رکھی گئی۔

مولانا عبد اللہ درخواستی (م ۱۴۱۵ھ / ۱۹۹۴ء) خان پور سے کوئٹہ گئے ہوئے تھے۔ راقم الحروف بھی وہاں گیا ہوا تھا۔ دوشنبہ ۱۳ رجب ۱۳۹۳ھ (۱۳۔ اگست ۱۹۷۳ء) کو ان کی خدمت میں پہنچا تو انھوں نے فرمایا:۔

رحمٰن وہ جو بے مانگے دیتا ہے
اور رحیم وہ جو نہ مانگنے والوں سے ناخوش ہوتا ہے۔

شہاب الدین غوری اور اُن کے ولی عہد، حضرت میر سید تاج الدین سمنانیؒ کے مُرید تھے۔ سید تاج الدین سمنانی اور اُن کے بھائی سید حسن سمنانیؒ، جناب امیر کبیر میر سید علی ہمدانیؒ (۷۱۴ھ تا ۷۸۶ھ) کے مُرید تھے جو مقام پاخلی (تحصیل مانسہرہ۔ ہزارہ) میں فوت ہوئے لیکن ختلان (موجودہ کولاب) میں دفن ہوئے۔ اُن کے والد سید

شہاب الدین امیر ہمدانیؒ تھے اور ماموں رکن الدین علاؤ الدولہ بیابانکی سمنانی (م ۷۳۶ھ) تھے۔

بالاکوٹ میں موٹر اسٹینڈ کے پاس سید احمد بریلوی کا مزار ہے۔
یہ اشعار کندہ ہیں :-

سید احمد بریلوی غازی | ہست مدفون اندریں مرقد
مومن و متقی ولی اللہ | بُد مجدد بہ راس سیزدہ صد
آمد از ہند با گروہ کثیر | بہرِ امدادِ مردمِ سرحد
جنگ با سکھ نمود گشت شہید | باد راضی از و خدائے احد
بست و چارم بُد از مہِ ذی قعد | سالِ غم گر بدانی از ابجد
کاف و جار اکشیدہ گو یوسف | "رحمتِ رب بود با ایں مرقد"

۲۳ — ۱ ۲ ۶ ۹ / ۲ ۳
۱ھ ۲ ۴ ۶

وہیں کچھ فاصلے پر شاہ اسمٰعیل دہلویؒ کے مزار پر یہ کتبہ ہے :-

اے ذبیح اللہ اسمٰعیلِ ما | شد بدایت صورِ اسرافیلِ ما
خونِ خود را در کہ و کہسار ریخت | لیک بیخ حریت در ہند بیخت

ولادت شنبہ ۲۸ شوال ۱۱۹۶ھ ۔ شہادت جمعہ ۲۴ ذی قعدہ ۱۲۴۶ھ

شاہانِ صفیہ کو عام لوگ صوفیہ کہتے تھے اور قزل باش لوگ اُن کو مرشدِ کامل کہا کرتے تھے۔ (دیکھیں رسالہ بررسیہای تاریخی سالِ پنجم۔ شمارہ دہ۔ تہران۔ صفحہ ۲۲۵ حاشیہ)
اسی لیے رام پور کے نوابین کو نواب حامد علی خان کے زمانے سے)

"مُرشدِ کامل" کہا جاتا تھا۔

رام پور کے نواب کلب علی خان ۲۷ جمادی الآخر ۱۳۰۴ھ۔ (۲۲ مارچ ۱۸۸۷ء) کو فوت ہوئے اور نواب حامد علی خان ۱۹۳۰ء میں فوت ہوئے۔

بھوپال کی حکمراں نواب سکندر بیگم ۱۳ رجب ۱۲۸۵ھ (۳۰۔ اکتوبر ۱۸۶۸ء) کو فوت ہوئیں۔

لکھنؤ کے نواب واجد علی شاہ سہ شنبہ ۱۰ ذی قعدہ ۱۲۳۸ھ (۲۱ جولائی ۱۸۲۳ء) کو پیدا ہوئے۔ اپنے والد امجد علی شاہ کے انتقال پر شنبہ ۲۶ صفر ۱۲۶۳ھ (۱۲ فروری ۱۸۴۷ء) کو تخت نشین ہوئے۔ ۲۹ جمادی الاول ۱۲۷۲ھ (۷ فروری ۱۸۵۶ء) کو معزول کیے گئے تو مٹیا برج کلکتہ میں قیام رہا۔ اور وہیں ۲ محرم ۱۳۰۵ھ (۲۱ ستمبر ۱۸۸۷ء) کو انتقال کیا۔

دارا شکوہ نے سفینۃ الاولیاء میں مخدوم عبدالقادرؒ (م ۹۴۰ھ) کے والد شیخ محمدؒ کا سلسلۂ نسب اس طرح لکھا ہے :-

شیخ محمد بن شاہ میر بن سید علی بن سید مسعود بن سید احمد بن سید صفی الدین بن سیّد سیف الدین عبدالوہاب بن حضرت عبدالقادر جیلانی قدس سرّہ۔

حضرت میرزا مظہر جانِ جاناںؒ بن میرزا جان بن میر عبدالسبحان بن میرزا محمد امان بن شاہ بابا سلطان بن بابا خان بن امیر غلام محمد بن امیر محمد بن خواجہ رستم شاہ بن امیر کمال الدین۔ اُنتیس واسطوں سے محمد بن حنفیہؒ کے توسط سے حضرت علی رضی اللہ عنہ تک سلسلہ پہنچتا ہے۔

بابا خان (بن امیر غلام محمد) کے بھائی مجنوں خان قاقشال تھے۔

عقولِ عشرہ کے مصنف محمد بردوزی بن محمد جمشید طاہری بن جباری خان بن مجنون خان قاقشال تھے۔

عقولِ عشرہ (قلمی) ایک صاحب کے پاس دیکھی تھی۔ وہ قلمی تھی۔ سنہ ۱۲۲۳ھ کی لکھی ہوئی تھی۔ اس میں دس باب (عقول کے نام سے) یہ تھے:
کرۂ افلاک۔ اسطرلاب۔ رمل۔ کرۂ زمین۔ علم طب۔ جبال معدنیات۔ بحار۔ وضع و اختراع و عجائبات۔ زمان و مکان۔

اس کتاب کے ورق ۹۰ ب میں ہے۔

الف (مردِ بے نیاز)۔ ب (مردِ بسیار گو)۔ ت (خاک بہ آب آمیختہ)۔ ث (چیزے نرم)۔ ج (شترِ بسیار شہوت)۔ ح (زنِ پلید و دراز زبان)۔ خ (موئے بینی و بر)۔ د (زنِ فربہ) ذ (تاجِ خروس) ر (پیشۂ بزرگ)۔ ز (بسیار خور)۔ س (غنی بخیل)۔ ش (مردِ بسیار جماع)۔ ص (رومی مس و دیگ مسین)۔ ض (ہُدہُد)۔ ط (مردِ غافل)۔ ظ (پستانِ زن)۔ ع (زر)۔ غ (باران)۔ ف (کفِ دریا)۔ ق (مرد مستغنی از خلق)۔ ک (مردِ مصلح مونس)۔ ل۔ (درخت)۔ م (شراب صاف)۔ ن (ماہی)۔ و (شترِ پیر)۔ ہ (طمانچہ) ی (باقی شیر در پستان باشد)

ابجد (یافتم ترا اے بندہ در معصیتِ خود)۔ ھوّز۔ (تو در ہوائے نفسِ خود بودی۔ چوں ازاں بازگشتی جنّت بہ تو دادم)

حطّی (گناہ از توبہ کردن بخشیدم) کلمن (سخن ناشالستہ کردہ بودی۔ چوں ازاں توبہ کردی قبول نمودم و بر تو رحمت فرمودم) سعفص (در دنیا عیش تو تنگ کردم و در عقبیٰ فراخ سازم) قرشت (اے بندہ چوں اقرار کردی بگناہِ خود، پوشیدم گناہِ ترا)۔ ثخذ (بندہ از خدائے عزّ و جل قوت یافت)۔ ضظغ ساکن و ایمن کردن از راہِ شیطانی)

فارسی کے بعض مشہور اشعار:۔

اے دوست بیا کہ ما تُرائیم   بیگانہ مشو کہ آشنائیم

مہ فشاند نور و سگ عو عو کند   ہر کسے بر خلقتِ خود می تند

ہر خیالے کو کند در دل وطن   (رومی)

روزِ محشر صورتش خواہد شدن (رومی)

مہ نور می فشاند و سگ بانگ می زند

مہ را چہ جُرم خاصیتِ سگ چُناں فتاد

(سیّد حسن غزنوی م ۵۵۹ھ)

زعشقِ مصطفٰے دل ریش دارم   رقابت با خدائے خویش دارم

(سعد اللہ مسیحا پانی پتی)

ستم ست اگر ہوست کشد کہ بہ سیرِ سرو و سمن درآ

تو زغنچہ کم نہ دمیدۂ درِ دل کشا بچمن درآ   (بیدؔل)

ایں کار از تو آید و مرداں چنیں کنند

برعدو انتقام تو صد آفریں کنند   (بیدؔل)

اگر مردی درِ تخفیفِ اسبابِ تعلّق زن

کہ در انگشتہا انگشتِ تنہا بیش کم دارد   (بیدؔل)

بترس از آہِ مظلوماں کہ ہنگامِ دعا کردن

اجابت از درِ حق بہرِ استقبال می آید

(بیدل)

شورے شد و از خوابِ عدم دیدہ کشودیم

دیدیم کہ باقی ست شبِ فتنہ، غنودیم (غزالی مشہدی)

کو غبارِ ناقۂ لیلی کہ مجنوں سالہا

چشم بر رہ داشت وگردے از بیاباں برنخاست

گرچہ دوریم بیادِ تو قدح می نوشیم بُعدِ منزل نہ بود در سفرِ روحانی

آں کہ شامِ زندگانی شمع بالینم نہ شد کے پسِ مرگم چراغے بر سرِ گور آورد

(نظیری)

چوں پیر شدی حافظ از میکدہ بیروں شو رندی و ہوس ناکی در عہدِ شباب اَولیٰ

چوں پیر شدی جامی در میکدہ ای بنشیں کیں علّتِ پیری را خمہاے شراب اَولیٰ

ز غارتِ چمنت بر بہار منتہا ست کہ گل بدستِ تو از شاخ تازہ تر ماند

(طالب آملی)

غبارِ خاطرِ عشاق مدّعا طلبی ست بہ خلوتے کہ منم یادِ یار بے ادبی ست

کسی کا شعر ہے :۔

بر واجل کہ وداعے ز دلربا باقی ست کجا ست فرصتِ مُردن کہ کارہا باقی ست

اردو کے بعض اشعار :-

مسندِ گل منزلِ شبنم ہوئی　　　دیکھ رتبہ دیدۂ بیدار کا
(ولی)

مرا جلتا ہے دل اُس بلبلِ بے کس کی غربت پر
کہ گُل کے آسرے پر جن نے چھوڑا آشیاں اپنا　　(مظہر)

کدھر کو چھوڑ گئے مجھکو ہمرہاں تنہا
پھروں ہوں دشت میں جوں گردِ کارواں تنہا　　(سودا)

جو مجھے دیکھنے کو آتا ہے　　پھر مجھے دیکھنے نہیں آتا (میر)

شمع کی مانند ہم اس بزم میں　　چشم نم آئے تھے دامن تر چلے
(درد)

پایا نہیں نشان اپنا　　ہم نے ہر چند جستجو کی (اثر)

نہ ترحّم، نہ تکلّم، نہ تبسّم، نہ نگاہ　　کس طرح یہ دلِ ناشاد بھلا شاد رہے
(سوز)

نظر آتا نہیں ثابت گریباں ایک غنچے کا
چمن پر یہ ستم کرتا ہے اے بادِ صبا کوئی
(یقین)

اے جان نکل کہ مصحفی کا　　اسباب لدا ہوا کھڑا ہے

شہیدی کثرتِ عصیاں سے ہم کو خوف آتا ہے
سفر ہے دور کا اور دوش پر بارِ گراں باندھا

تم مرے پاس ہوتے ہو گویا　　جب کوئی دوسرا نہیں ہوتا
(مومن)

کبھی افسوس ہے آتا کبھی رونا آتا

دلِ بیمار کو دو ہی ہیں عیادت والے (ذوق)

اے دل تمام نفع ہے سودائے عشق میں
اک جان کا زیاں ہے سو ایسا زیاں نہیں (آزردہ)

نہ کسی کی آنکھ کا نور ہوں نہ کسی کے دل کا قرار ہوں
جو کسی کے کام نہ آسکے میں وہ ایک مُشتِ غبار ہوں (ظفر)

اُسے کون دیکھ سکتا کہ یگانہ ہے وہ یکتا
جو دوئی کی بُو بھی ہوتی تو کہیں دوچار ہوتا (غالب)

ایک نالے میں سہمے ہمارے فلک سے چھوٹے
جس کو دشوار سمجھتے تھے وہ آساں نکلا (شیفتہ)

رسم نے ملنے کی کھوئی عید کی ساری خوشی
تین دن تک پاؤں رہ جاتے ہیں اٹھتے بیٹھتے (امیر)
قبر پر حسرت یہ کہتی ہے امیر
آئے تھے دنیا میں اِس دن کے لیے

دل دے تو اس مزاج کا پروردگار دے
جو رنج کی گھڑی بھی خوشی سے گزار دے (داغ)

ہم آہ بھی کرتے ہیں تو ہو جاتے ہیں بدنام
وہ قتل بھی کرتے ہیں تو چرچا نہیں ہوتا (اکبر)

یہ بھی حسرت کوئی تدبیرِ سکوں ہے کیا خوب دلِ بیتاب سے کہتے ہو انھیں یاد نہ کر (حسرت)

دنیا بھی ہیچ اور غمِ دنیا بھی ہیچ ہے
مطبوعِ دل تو یہ سخنِ مختصر ہوا
(شاہ ابوالخیر دہلوی)

زبانِ شمع کو اس واسطے کاٹا گیا افسر
کہ یہ باہر نکل کر کہہ نہ بیٹھے بات محفل کی (افسر میرٹھی)

حضرت بہاء الدین نقشبند بخاریؒ کی مدح از حافظ شیرازیؒ

توتیائے چشم سازم خاکِ پائے نقشبندؒ
تا بیابم سرّ حق از لطفِ شاہِ نقشبندؒ

رو بدرگاہِ بہاء الدین نظر کن زانکہ ہست
نہ فلک مانندِ درباں در سرائے نقشبندؒ

مشکلاتِ ما ہمہ ہرگز نیاید در عدد
المدد یا خواجۂ مشکل کشائے نقشبندؒ

واقفِ اسرار گردد، چشم او بینا شود
ہر کہ آید معتقد اندر بنائے نقشبندؒ

سکۂ توحید اندر... آفاق زد
شد بلند آواز تر فقر و بنائے نقشبند

در لباسِ اہلِ دنیا کار عقبیٰ می کنند

خرقۂ فقرست پنہاں در قبائے نقشبندؒ

ایں چنیں مکنوں دُرے ہرگز نیاید در مدح

دُرِّ دریائے معانی ہست شائے نقشبندؒ

خود نمی دانیم ما افتان و خیزاں می رویم

چارہ می جوئیم از دار الشفائے نقشبندؒ

می دمد از رُشدِ ارشادش ریاحین بر زمیں

آسماں بر پاست از دستِ دعائے نقشبندؒ

بس بلند افتاد اقبالِ بہاء الدین شاہ

خلقِ عالم را شدہ پُشت و پناہِ نقشبندؒ

ہست حافظ دیدہ ام را روشنائی زاں سبب

می کنم کحلِ جواہر خاکِ پائے نقشبندؒ

حضرت بہاء الدین نقشبند بخاری قدس سرہ سے حافظ شیرازیؒ بیعت تھے۔

اس لیے انھوں نے فرمایا ہے :-

اگر آں تُرکِ شیرازی بدست آرد دلِ مارا

بخالِ ہندوش بخشم سمرقند و بخارا را

اس شعر کے یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں کہ مجھ شیرازی کا محبوب اگر میرا ہو جائے تو سمرقند و بخارا کو (اُن کے تقدس کے باوجود) اُس کی محبّت میں قربان کر سکتا ہوں۔ حضرت بہاء الدین نقشبند بخاریؒ حضرتِ حسن عسکری رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے تھے اور بخارا (ترکستان)

کرے تھے۔

"دل بدست" سے ذکرِ خفی کا اشارہ بھی ہو سکتا ہے

آں کس کہ بداند و بداند کہ نداند | اسپِ طربِ خویش بگردوں بجہاند
آں کس کہ بداند و بداند کہ بداند | او نیز خرِ خویش بمنزل برساند
آں کس کہ نداند و بداند کہ بداند | در جہلِ مرکب ابدالدہر بماند

یہ اشعار اس طرح بھی مشہور ہیں :-

آں کس کہ نداند و بداند کہ نداند | اسپِ طلبِ خویش بمنزل برساند
آں کس کہ بداند و نداند کہ بداند | آں ہم خرکِ لنگ بمنزل برساند
آں کس کہ نداند و بداند کہ بداند | در جہلِ مرکب ابدالدہر بماند

بسم اللہ الرحمٰن الرحیمؒ

(۱) نظامی گنجوی (م ۵۹۹ھ) :- ہست کلید درِ گنجِ حکیم[۱]
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم (مخزن الاسرار)

(۲) جامی (م ۸۹۲ھ) :- بسم اللہ الرحمٰن الرحیمؒ۔
اعظمِ اسماءِ علیمِ حکیم (دیوانِ اوّل)

(۳) " " :- بسم اللہ الرحمٰن الرحیمؒ۔
تاجِ کلام ست وکلامِ قدیم (گلشن ابرار)

(۴) " " :- بسم اللہ الرحمٰن الرحیمؒ۔
طُرفہ خطابیست زسفرِ قدیم (دیوانِ سوم)

(۵) " " :- بسم اللہ الرحمٰن الرحیمؒ۔
ہست صلائے سرِ خوانِ کریم (تحفۃ الاحرار)

(۶) محیِ لاری (م ۹۳۳ھ) :- بسم اللہ الرحمٰن الرحیمؒ۔
ہست کلیدِ درِ گنجِ حکیم (فتوح الحرمین)

(۷) میر ہاشمی کرمانی (دسویں صدی) :- بسم اللہ الرحمٰن الرحیمؒ۔
فاتحہ آرای کلامِ قدیم (مظہر الآثار)

(۸) فیضی (م ۱۰۰۴ھ) :- بسم اللہ الرحمٰن الرحیمؒ۔
گنجِ الف[۲] راست طلسمِ قدیم (دیوانِ قصائد وغیرہ)

---

[۱] بعض نسخوں میں نظامی کا پہلا مصرع اس طرح ہے :- ہست کلیدِ درِ گنج اے حکیم۔
[۲] بعض نسخوں میں گنجِ ازل ہے۔

(۹) یعقوب صرفی کشمیری (م ۱۰۰۳ھ) :- بسم اللہ الرحمن الرحیم۔
سرخطِ منشورِ عطائے عمیم (مثنوی صرفی)
(۱۰) ملک قمی (م ۱۰۲۴ھ) :- بسم اللہ الرحمن الرحیم۔
اھدنا الصراط المستقیم (منبع الانہار)
(۱۱) معلوم تبریزی (م ۱۰۸۰ھ) :- بسم اللہ الرحمن الرحیم۔
مسطرِ آیاتِ کتابِ کریم (نظمِ معلوم)
(۱۲) عبدالرشید اسلام آبادی ۔ سنبلِ مشکیں ریاضِ قدیم ۔
بسم اللہ الرحمن الرحیم (گلشنِ کشمیر ۱۲۸۲ھ)
(۱۳) محمد محسن فانی کشمیری (غنی کشمیری کے استاد) :- بسم اللہ الرحمن الرحیم۔
تازہ نہالے ست ز باغ قدیم

گناہِ کیست ؟

(۱) گردِ سرِ تو گشتن و مُردن گناہِ من — دیدن ہلاک و رحم نہ کردن گناہِ کیست
(نظیری)

(۲) لائق بہ قید و بند نہ بودن گناہِ من — بُردن بہ زیرِ تیغ و نہ کشتن گناہِ کیست ؟
(عرفی)

(۳) راضی شدن بہ وعدۂ فردا گناہِ من — امشب وفائے وعدہ نہ کردن گناہِ کیست
(صائب)

(۴) دل با تو خانہ سوز سپردن گناہِ من — در خانۂ خدا زدن آتش گناہِ کیست
(فائز)

(۵) دردِ دلِ حزیں بہ تو گفتن گناہِ من — دل بُردن و نگاہ نہ کردن گناہِ کیست
(قدسی)

(۶) خود را نشانِ تیرِ تو کردن گناہِ من　　نخچیرِ نیم کشتہ نہ کشتن گناہِ کیست

(لا اعلم)

(۷) قطعِ نظر ز غیرِ تو کردن گناہِ من　　ہرگز بہ من نگاہ نہ کردن گناہِ کیست

(وحشی)

(۸) در وصلِ تو ز شوق نہ مُردن گناہِ من　　امّا بریں گناہ نہ کُشتن گناہِ کیست

(عالی)

(۹) رنجیدن از بزمِ تو رفتن گناہِ من　　ساغر ز دستِ غیر گرفتن گناہِ کیست

(صیدی)

(۱۰) بے خود بوقتِ ذبح طپیدن گناہِ من　　دانستہ دشنہ تیز نہ کردن گناہِ کیست

(غالب)

(۱۱) دیدن ترا و آہ کشیدن گناہِ من　　دستِ دگر گرفتن و رفتن گناہِ کیست

(مومن)

(۱۲) دیوانہ وار جاں بفشاندن گناہِ من　　بیگانہ وار رُخ نہ نمودن گناہِ کیست

(جگر)

اُمِّ مِلدَم = عربی زبان میں تپ (بُخار) کی کُنیت ہے۔

اُمِّ غیلاں = بھوتوں کی ماں۔ ببول کے درخت کو کہتے ہیں۔

(غول = بھوت)

قُلَّتین = دو مٹکے جن میں چھ سَو سیر پانی آسکے۔ یعنی ایک مٹکے میں تین سَو سیر۔

ثُمر = وہ پکی ہوئی کھجور جو درخت پر لگی ہوئی ہو۔
تُمر = جب ایسی کھجور کو گودام میں رکھیں۔

سردَر = MAINGATE

میل = مگدر (اور کئی معنی ہیں)

اَعلم = جس کا اوپر والا ہونٹ کیا ہوا ہو۔

پاورق ۔ رکابک یعنی Catch Word.

خابور = لکڑی کا پچڑ

چھوٹوں کی طرف سے سپاس اور بڑوں کی طرف سے ستایش۔

شہر ختلان کو آب KOLAB کہتے ہیں اور وہی ہند کو اٹک کہتے ہیں۔

فہرست فارسی لفظ ہے اور فہرس معرّب ہے۔

حَنانہ وہ عورت جو بیوہ ہو یا طلاق شدہ ہو

مَنّانہ وہ عورت جو اپنے مال و دولت سے شوہر پر احسان جتائے۔

اَنّانہ وہ عورت جو شوہر کو دیکھ کر خود کو بیمار ظاہر کرے۔

ھَم ۔ مصیبت آنے سے پہلے ہوتا ہے جس سے نیند اچاٹ ہو جاتی ہے۔

غَم ۔ مصیبت آنے کے بعد ہوتا ہے۔

حُزن ۔ گذشتہ اَمر پر۔

انواعِ خطوط اگر چہ خواہی اے یار
ثلث ست و رقاع و نسخ و توقیع و غبار
ریحان و محقق ست و توقیعِ دگر
خطے ست مسلسل چو سرِ زلفِ نگار

آناں کہ بہ فارسی سخن می رانند در معرضِ دال، ذال رابنشانند
ما قبلِ وے ازساکن جُز وائے بود دال ست وگرنہ ذال معجم خوانند

یعنی فارسی میں ذال اوّل میں نہیں آتی۔ آخر میں آتی ہے اور دال مہملہ سے بدل جاتی ہے۔ جیسے اُستاذ سے اُستاد۔ کاغذ سے کاغد۔ اس طرح سمجھیں کہ ذال سے پہلے کوئی حرف صحیح ساکن ہو تو دال ہو جاتی ہے جیسے مردہ۔ افسردہ۔ اژدر۔ اندر۔ تندر وغیرہ۔ لیکن اگر اس سے پہلے حرفِ صحیح متحرّک ہو یا حرفِ علّت ہو تو ذال پڑھ سکتے ہیں۔ جیسے موبذ۔ گنبذ کو ذال والے حرفوں کے قافیے میں لا سکتے ہیں۔ چنانچہ بود۔ دود کو نفوذ کے اور شنید۔ خرید کو نبیذ کے اور نہاد، بنیاد باد کو نفاذ کا قافیہ بنا سکتے ہیں۔ (آدر اور آذر دونوں کو بعض حضرات صحیح جانتے ہیں)۔

گذشتن (گذرنا)۔ گذاشتن (چھوڑنا) اور پذیرفتن ذال سے اور گزاردن (ادا کردن) ز سے لکھتے ہیں اور بعض حضرات گذاشتن بھی ز سے لکھتے ہیں۔

ستّارے PLANETS

قمر ـ ماہ ـ MOON ـ دربانِ فلک ـ فلک اوّل

عطارد ـ تیر Mercury منشی فلک ـ دبیرِ فلک ـ فلک دوم

زُہرہ ـ ناہید ـ VENUS ـ لولیِ فلک ـ رقاصۂ فلک ـ فلک سوم

شمس ـ مہر ـ SUN ـ طبّاخِ فلک ———— فلک چہارم

مریخ (god of war) - بہرام - Mars - جلادِ فلک - فلکِ پنجم

مُشتری - Jupiter - برجیس - (god of Thunder) - خطیبِ فلک - فلکِ ششم
Jove
قاضیٔ فلک

زُحل - کیوان - SATURN - ہندوے فلک - فلکِ ہفتم

زُہرہ = ستارہ venus

زَہرا = روشن (کئی اور معنی بھی ہیں) - حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا لقب

زَہرہ = دلیری - پِتّا (کئی اور معنی بھی)

ہمایوں کی مختصر تاریخ

۱ - از آگرہ بہ سرہند - ۱۷ صفر ۹۴۷ھ

۲ - در لاہور - در مقبرۂ بی بی تاج قیام کرد - یکم ربیع الاول ۹۴۷ھ

۳ - راوی را عبور کرد - آخر جمادی الآخر ۹۴۷ھ

۴ - بطرف سندھ نہضت کرد - یکم رجب ۹۴۷ھ

۵ - بہ اُچ رسید - آخر شعبان ۹۴۷ھ

۶ - در حدود لوہری رسید - ۲۸ رمضان ۹۴۷ھ (۲۶ جنوری ۱۵۴۱ء)

۷ - از بکر بطرفِ سوستان روانہ شد - یکم جمادی الاول ۹۴۸ھ

۸ - در قصبۂ پاتر بہ حمیدہ بیگم نکاح کرد - ۷ جمادی الاول ۹۴۸ھ (۲۹ اگست ۱۵۴۱ء)

۹ - از پاتر بطرفِ لوہری کوچ کرد - ۱۱ جمادی الاول ۹۴۸ھ (۲ ستمبر ۱۵۴۱ء)

۱۰۔ بہ لوہری رسید۔ ۴ ستمبر ۱۵۴۱ء ۔

۱۱۔ از لوہری بطرف سوستان کوچ کرد۔ ۲۲ ستمبر ۱۵۴۱ء

۱۲۔ سوستان را محاصرہ کرد۔ ۱۷ رجب ۹۴۸ھ (۶ نومبر ۱۵۴۱ء)

۱۳۔ از سوستان بطرف بکر روانہ شد۔ ۱۷ ذی قعدہ ۹۴۸ھ
(۴ مارچ ۱۵۴۲ء)

۱۴۔ از بکر بطرف اُوچ روانہ شد۔ ۲۱ محرم ۹۴۹ھ ۔ ۷ مئی ۱۵۴۲ء ۔

۱۵۔ بطرف مالدیو کوچ کرد از اُوچ۔ ۱۳ ربیع الاوّل ۹۴۹ھ

۱۶۔ در قلعہ دلاور (بہاول پور) رسید۔ ۱۴ ربیع الاوّل ۹۴۹ھ ۔

۱۷۔ دوازدہ کروہ دور از بیکانیر منزل کرد۔ ۱۷ " " ۹۴۹ھ

۱۸۔ بہ جیسلمیر رسید۔ یکم جمادی الاوّل ۹۴۹ھ ۔

۱۹۔ از جیسلمیر بہ عمرکوٹ رسید۔ ۱۰ جمادی الاول ۹۴۹ھ ۔

۲۰۔ از عمرکوٹ بہ طرف سندھ نہضت کرد۔ یکم رجب ۹۴۹ھ
(۱۱ اکتوبر ۱۵۴۲ء)

۲۱۔ بفاصلہ ۱۵ کوس از عمرکوٹ قیام کرد۔ ۴ رجب ۹۴۹ھ

۲۲۔ شاہزادہ اکبر تولّد یافت۔ یک شنبہ ۵ رجب ۹۴۹ھ (۱۵ اکتوبر ۱۵۴۲ء)

۲۳۔ حمیدہ بیگم از عمرکوٹ روانہ شد ۱۱ شعبان ۹۴۹ھ (۱۸ نومبر ۱۵۴۲ء)

۲۴۔ حمیدہ بیگم در جون رسید ۲۰ شعبان ۹۴۹ھ (۲۶ نومبر ۱۵۴۲ء)

۲۵۔ بیرم خان از گجرات بہ جون رسید۔ ۷ محرم ۹۵۰ھ ۔

۲۶۔ ہمایون پل جون را عبور کرد۔ ۷ ربیع الآخر ۹۵۰ھ ۔

۲۷۔ ہمایون از جون بطرف قندھار روانہ شد۔ ۹ ربیع الآخر ۹۵۰ھ ۔

۲۸۔ از مستونگ بطرف قندھار و ایران۔ ۱۶ رجب ۹۵۰ھ ۔

پئے تاریخ اوکاہی رقم کرد

"ہمایوں بادشاہ ازبام افتاد"

________ ۹۶۲ھ ________

لیکن ایک عدد کم ہے۔ ۹۶۳ھ میں انتقال ہوا تھا۔ اس لیے یہ مصرع اس طرح ہوگا:۔

ع ہمایوں بادشا ازبام افتاد

________ ۹۶۳ھ ________

؎؎

مُشاہَدہ

اخبار جسارت کراچی (جمعہ ۱۱ فروری ۱۹۸۳ء) میں ایک خبر شائع ہوئی کہ چاند پر قدم رکھنے والا پہلا انسان NEIL ARMSTRONG جونہی چاند پر پہنچا تو وہاں اُس نے اذان کی آواز سُنی۔ یہ امریکی خلانورد تھا۔ متحدہ عرب امارات کے اخبار GULF NEWS نے ملائشیا کے روزنامہ STAR کے حوالے سے یہ خبر شائع کی تھی۔ اس خلانورد نے یہ بتایا کہ جب میں نے وہی آواز قاہرہ میں سُنی اور معلوم ہُوا کہ وہ آواز مسلمانوں کو نماز کے لیے بُلانے کی ہے تو میں نے اسلام قبول کر لیا۔ (امریکہ وغیرہ نے اس واقعہ کو چُھپانے کی کوشش کی ہے)

اخبار DAWN (کراچی۔ ۱۱ مئی ۱۹۸۲ء) میں لندن کی ایک خبر شائع ہوئی ہے کہ امریکہ کے HARVARD MEDICAL SCHOOL کے پروفیسر HERBERT BENSON نے لندن کی ایک کانفرنس میں NEW DIRECTIONS IN HEALTH کے موضوع پر ایک تقریر کی جس کا خلاصہ یہ ہے کہ مسلمانوں کی روزانہ تلاوتِ قرآن (اور دوسرے مذاہب کے مذہبی اوراد) سے BLOOD PRESSURE کم ہو جاتا ہے اور SEVERE PAIN CANCER بھی قابو میں آجاتا ہے۔

اخبار جنگ (۲ اگست ۱۹۹۱ء) میں ایک خبر شائع ہوئی: ←

جرمنی کے دارالحکومت بون کے نواح میں ایک جنگل کے درختوں کے ایک حصّے کی جڑیں اس طرح ہیں کہ گویا لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ لکھا ہُوا ہے۔

اسی طرح عرب کے ایک اخبار میں یہ خبر شایع ہوئی تھی کہ ہر انسان کی سانس کی نالی میں لا الٰہ الا اللہ اور پھیپھڑے میں محمد رسول اللہ لکھا ہوا ہے (تصویر بھی دی ہے)

رسالہ تکبیر (کراچی۔ ۷ نومبر ۱۹۹۱ء) نے ڈاکٹر علی حسین جعفری کے حوالے سے یہ خبر شایع کی تھی کہ دو صحابی حضرت حذیفہ الیمانی رض اور حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رض کے مزار دجلہ کے قریب تھے۔ وہاں پانی آنے لگا تو انھوں نے عراق کے مفتیٔ اعظم اور شاہ فیصل کو خواب میں فرمایا کہ ہمارے جسموں کو وہاں سے ہٹا دو۔ چناں چہ ۲۰ ذی الحجہ ۱۳۵۱ھ (۶ اپریل ۱۹۳۳ء) کو انھیں حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے قریب دفن کر دیا۔ اُن کا کفن اور اُن کا بال بال محفوظ تھا اور آنکھوں میں چمک بھی برقرار تھی۔ شاہ فیصل کے اعلان پر دور دور سے لوگ موقع پر آئے تھے اور جرمنی وغیرہ کے کئی لوگوں نے اسلام قبول کیا تھا۔ کسی نے یہ شعر لکھا تھا:۔

امانت کی طرح رکھا زمیں نے روزِ محشر تک

ہُوا اک موئے تن میلا، نہ اک تارِ کفن بگڑا

ٹھیک اسی طرح کا واقعہ حضرت مجددِ الفِ ثانی قدّس سرّہ (م ۱۰۳۴ھ) کے خلیفہ محمد ہاشم کشمی علیہ الرحمہ (م ۱۰۴۵ھ) کا ہے۔ اُن کا مزار برُہان پور (سی پی) میں پانڈا رول ندی کے قریب تھا۔ وہاں پانی آنے لگا تو آپ نے

شہر کے چند حافظوں اور مسجد کے اماموں کو خواب میں فرمایا کہ میرا جسم وہاں سے دوسری جگہ منتقل کر دو۔ چناں چہ ایک دن مقرر ہوا۔ بکثرت لوگ جمع ہوئے۔ اُن کا مزار کھولا گیا تو ان کا جسم بھی بالکل سلامت تھا اور ایسی خوشبو اُڑی کہ لوگوں کو پہلے کبھی میسّر نہ ہوئی تھی۔ پھر اُن کے جسم کو ایک اونچے مقام پر دفن کر دیا۔ بہت سے لوگ مشرّف بہ اسلام ہوئے۔ یہ واقعہ ۱۲۷۲ھ کا ہے۔

بہت عرصہ ہوا مکّہ معظمہ کے ایک اخبار میں ایک انسان کے سانپ بن جانے کی تصویر شایع ہوئی۔ اُس کے ساتھ لکھا ہوا تھا:۔

ھٰذا الرجل حلف باللّٰہ و ھو کاذباً فحولہٗ اللّٰہ عزّ و جل الیٰ ثعبان۔ فان اللّٰہ عزّ و جل لا یعجز عن شیئٍ فی الارض ولا فی السمآء

ت۔ ۲۶۸۵۹۹۲۴

تفصیل یہ ہے کہ ایک شخص نے کسی سے قرض لیا۔ پھر مُکر گیا کہ میں نے نہیں لیا۔ اور خانۂ کعبہ کے غلاف کو پکڑ کر کہنے لگا کہ میں نے نہیں لیا۔ اللہ تعالیٰ کی شان وہ شخص اسی وقت سانپ بن گیا۔ اس کی تصویر وہاں کے عربی اخبار میں شایع ہوئی اور اس کے ساتھ وہ عبارت بھی درج تھی۔

غالباً ۱۹۴۰ء میں خواجہ حسن نظامی دہلوی مرحوم کا ایک مضمون حضور انور صلّی اللہ علیہ وسلّم کی بعثت سے متعلّق کل کی پُران کے حوالے سے شایع ہوا تھا کہ اُس میں واضح پیشین گوئی موجود ہے۔ اُس زمانے میں راقم الحروف کِنگ ایڈورڈ کالج امراؤتی (برار) میں تھا۔ وہاں سنسکرت

کے اُستاد SOMALWAR – S.G صاحب تھے۔ میں نے اُن سے کہا کہ پنڈت جی آپ کے یہاں کوئی کتاب کُل کی پُران ہے ۔ میں تو سنسکرت نہیں جانتا لیکن میں نے پڑھا ہے کہ اُس میں ہمارے آقا صلّی اللہ علیہ وسلّم کے متعلق واضح پیشین گوئی ہے کہ سنبل دیپ (عرب) میں ایک اُوتار (پیغمبر) پیدا ہوگا جس کے والد کا نام وِشنو داس (عبد اللہ) ہوگا۔ ماں کا نام سومتی (آمنہ) ہوگا۔ ایک کھوہ (غار) میں تپشیا (عبادت) کرے گا اور ایک سوداگرنی (خدیجہ) شادی کا پیام بھیجے گی۔ کیا آپ کی اس کتاب میں ایسا لکھا ہے ؟۔ پنڈت جی سکتے میں مبتلا ہوگئے۔ پھر کہنے لگے کہ ہاں، ایسا لکھا تو تھا۔ لیکن اب نکال دیا ہے۔

اس کے متعلق رسالہ معارف (اعظم گڑھ) اکتوبر، نومبر سنہ ۱۹۵۱ء اور جنوری سنہ ۱۹۵۲ء میں مولانا مناظر احسن صاحب کا مضمون بہت تفصیل سے ہے۔ اب مولانا شمس نوید عثمانی کی کتاب "اگر اب بھی نہ جاگے تو ....." رام پور سے اسی سلسلے میں تفصیل سے شایع ہوئی ہے۔

حضرت مظہر جانِ جاناں رحمۃ اللہ علیہ نے خواب میں دیکھا کہ آگ جل رہی ہے اور کرشن جی اُس کے اندر ہیں ۔ اور رام چندر جی اُس کے کنارے ہیں ۔ یہ خواب اُنھوں نے اپنے شیخ نور محمد بدایونی رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا۔ اُنھوں نے فرمایا کہ آپ اس خواب سے کیا سمجھے ؟۔ اُنھوں نے جواب دیا کہ کرشن جی گویا عشقِ الٰہی کی آگ میں جل رہے تھے اور رام چندر جی کنارے پر تھے۔

حضرت نور محمد بدایونی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ آپ کی تعبیر صحیح

معلوم ہوتی ہے۔

مسلمانوں میں ایمانِ مُفصّل اس طرح ہے :-

(۱) اللہ پر ایمان (۲) فرشتوں پر ایمان (۳) کتابوں پر ایمان (۴) رسولوں پر ایمان (۵) یوم الآخر پر ایمان (۶) خیر و شر اللہ کی طرف سے اور (۷) موت کے بعد کی زندگی۔

ہندوؤں میں بھی کم و بیش یہی عقاید ہیں لیکن طویل مدت گزر جانے کی وجہ سے یہ باتیں تبدیل ہوگئی ہیں۔ اور نئی نئی باتیں شامل ہوگئی ہیں۔

حضرت مجدد الفِ ثانی قدس سرہ نے بھی سر ہند سے ۱۸-۲۰ میل کے فاصلے پر (برا س میں) چند انبیاء علیہم السلام کی نشاندہی فرماتی ہے۔

ہندوستان (جبل پور) میں کچھ ہندو احباب تھے۔ میں اُن سے کہا کرتا تھا کہ آپ لوگوں نے خود ہی اپنے پیغمبروں کو بدنام کیا ہے۔ (ہم اُن کے خلاف کچھ نہیں کہتے)۔ آپ لوگوں نے کرشن جی کی تصویر بنائی ہے کہ عورتیں کہیں نہا رہی ہیں اور کرشن جی اُن کے کپڑے لے کر درخت پر چڑھ گئے ہیں۔ رام چندر جی کے متعلق قصہ بنایا ہے کہ اُن کی بیوی کو راون لے گیا تھا۔ یہ باتیں ہرگز نہیں ہوئی ہوں گی۔

میں نے رامائن میں پڑھا تھا کہ ایک شخص گردڑ نام کا تھا۔ وہ گائے کا گوشت کھایا کرتا تھا۔ اور رام چندر جی اور اُن کے بھائی جنگل میں جانوروں کا شکار کیا کرتے تھے۔

اخبار جنگ (۲۳ نومبر ۱۹۹۱ء) میں ایک خبر اس طرح شایع ہوئی ہے:-

راولپنڈی کے ایک مقام پر ایک شخص کے لیے قبر کھودی گئی تو زمین آپس میں مل گئی۔ دوبارہ دوسری جگہ قبر کھودی گئی تو وہ جگہ بھی برابر ہوگئی۔ تیسری بار قبر کھودی گئی تو وہاں سے سانپ بچھو اور دوسرے کیڑے یوں نکلے جیسے کسی چشمے سے پانی اُبلتا ہے۔ لوگ استغفار پڑھتے رہے۔ میت کو وہیں ڈال دیا تو ایک سانپ کمر کے نیچے سے کندھوں کے اوپر آگیا اور دوسرا سانپ پاؤں کے نیچے سے ہوتا ہوا اوپر آیا۔ دونوں سانپ آپس میں مل گئے اور اُس لاش کے دو ٹکڑے اس طرح کر دیے جیسے آرے سے چیرا گیا ہو۔ اللہ تعالیٰ رحم فرماوے اور سب کو محفوظ رکھے۔

آمین۔ ثم آمین

میرے ایک دوست امراؤتی (برار) میں خلیل احمد خان تھے۔ وہ پھر کراچی آگئے تھے۔ اُن کے والد صاحب کالپی (قریب لکھنؤ) میں تھے۔ وہاں کا ایک واقعہ بتاتے تھے کہ وہاں ریلوے لائن بچھائی جارہی تھی تو ایک قبر کھُل گئی۔ دیکھا اس میں ایک عورت لیٹی ہوئی ہے اور اُس کے لبوں کے اوپر گلاب کا ایک پودا لگا ہوا ہے اور اُس پودے میں سے ٹھہر ٹھہر کر ایک ایک بوند (کسی عرق کی) ٹھیک اُس عورت کے لبوں کے اندر ٹپکتی ہے۔ لوگوں نے سُنا تو ہجوم لگ گیا۔ ایک انگریز آفیسر بھی دیکھتا رہا۔ اُس سے رہا نہ گیا تو اپنی اُنگلی سے وہ عرق لے کر چاٹ لیا۔ وہ اس قدر لذیذ تھا کہ وہ انگریز ہر وقت اپنی اُنگلی چاٹتا رہتا تھا۔

مولانا اشرف علی تھانویؒ صاحب نے ایک عجیب واقعہ کچھ اس طرح لکھا تھا کہ ایک حج کے موقع پر مکہ معظمہ کے ایک عالم کا انتقال ہوا۔ کچھ

دنوں کے بعد کسی اور شخص کو وہاں دفن کے لیے لے گئے تو اُس عالم کی جگہ کوئی یورپین لیڈی دفن نظر آئی۔ بڑی حیرت ہوئی۔ حُجّاج کچھ فرانس سے بھی آئے تھے۔ وہ بھی دیکھنے آئے تو حیرت سے کہنے لگے کہ یہ عورت ابھی کچھ دنوں قبل مسلمان ہوئی تھی۔ لوگ پھر اُس عالم کی بیوہ کے پاس گئے اور پوچھا کہ وہ کیسے تھے؟ اُس نے بتایا کہ وہ بے شک عالم تھے لیکن وہ یہ کہا کرتے تھے کہ مسلمانوں میں جو غسل فرض ہے وہ صحیح نہیں۔ عیسائی لوگوں میں ایسا غسل فرض نہیں ہوتا۔ (انّا للّٰہ و انّا الیہ راجعون)۔ فرانس والے حُجّاج جب واپس پیرس پہنچے تو معلوم ہوا کہ وہ نومسلم عورت فوت ہو چکی ہے۔ وہ لوگ رات کو اُس کی قبر پر گئے۔ قبر کو کھودا تو وہ عالم وہاں پڑے ہوئے نظر آئے۔ اللّٰھم احفظنا من کلّ بلآءِ الدنیا و عذاب الآخرہ۔

مولانا سیّد عبدالمعبود علیہ الرحمہ (عبدالرحیم میمن صاحب مرحوم کی دعوت پر) حیدرآباد تشریف لائے تو دوشنبہ ۱۱ صفر ۱۳۹۷ھ (۳۱ جنوری ۱۹۷۷ء) کی شام میں غریب خانے عزّت بخشی۔ بہت کثرت سے لوگ اُن کی زیارت کے لیے آگئے۔ مولانا نے بتایا کہ اس وقت میری عمر ۱۵۳ سال ہے۔ بتایا کہ میں ۱۲۶۸ھ میں حضرت امداد اللّٰہ مکّی رحمۃ اللّٰہ علیہ (م ۱۳۱۷ھ) سے بیعت ہوا تھا۔ اپنا عربی نعتیہ قصیدہ بھی سُنایا جو قریب ایک سَو سال پہلے لکھا تھا۔ حضور انور صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم کے مزارِ اقدس کے اندرونی حصّہ کا فوٹو اُن کو دکھلا کر پوچھا کہ وہ صحیح ہے یا نہیں۔ فرمایا صحیح ہے۔ یہ بھی فرمایا کہ میں نے مزارِ اقدس اُس وقت بھی دیکھا تھا جب کہ کچّی دیواریں تھیں، تیرہ سیڑھیاں اور پانچ جالیاں تھیں۔ یہ بھی فرمایا کہ حضرت فاطمہ رضی اللّٰہ عنہا کا مزار وہاں نہیں ہے

بلکہ جنت البقیع میں ہے۔ پھر فی البدیہہ اس عاجز کی چائے وغیرہ سے متعلق ۲-۳ شعر کہے۔ ایک مصرع یاد رہ گیا :-

ع از برائے مصطفےٰ صاحب چہ خنداں ست چائے

آپ کا انتقال اسلام آباد شنبہ ۱۶ ربیع الاول ۱۴۰۶ھ (۳۰ نومبر ۱۹۸۵ء) کو ہوا۔ کہا جاتا ہے کہ ہمارے مولانا عبد الغفور مدنی علیہ الرحمہ (م ۱۳۸۹ھ) کی ولادت پر اُن کے کانوں میں اذان دی تھی۔ اُنھوں نے بکثرت حج کیے تھے۔ اس عاجز نے دیکھا ہے کہ مولانا عبد الغفور صاحب اُن کو مدینہ منورہ سے جدّہ تک پہنچانے گئے تھے۔

میرے بچپن کے دوست ڈاکٹر سیّد محمد سعید جبل پوری (م ۱۹۶۹ء) کے والد سیّد محمد عبد الکبیر صاحب کا کراچی میں انتقال ہوا تو کچھ عرصے کے بعد میں نے اُن کو خواب میں دیکھا۔ میں نے اُن سے دریافت کیا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ کیا ؟ — فرمایا، تم کو یاد ہوگا کہ شہر میں کسی بھی شخص کے انتقال کی خبر مجھے ملتی تھی تو میں اس کے غسلِ میّت کے لیے چلا جاتا تھا۔ اللہ تعالیٰ کو یہ بات پسند آئی اور میری مغفرت فرمادی — سبحان اللہ۔

گُرو نانک کا ایک شعر ہے :-

نام لو جس اُچھّر کا کر لو چوگُن سار
دُو ملا، پنج گُنا، بیسوں دو اُڑا
جو بچے سو نو گُن کر دُو اور ملا
نانک تن بدن سے محمد لو بنا

مثلاً کسی لفظ کے عدد (ابجد ھوّز کے لحاظ سے) ۳ ہوتے ہیں۔ ۳ کو ۴ سے ضرب دو۔ ۱۲ ہوگئے۔ ۲ ملائے تو ۱۴ ہوگئے۔ اس کو ۵ سے ضرب دو تو ۷۰ ہوگئے۔ اس کو ۳۰ سے تقسیم کرو تو جو بچے یعنی ۱۰ بچے تو اس کو ۹ سے ضرب دے دو۔ ۹۰ ہوگئے۔ اس میں دو ملا دو۔ ۹۲ ہوگئے۔

م = ۴۰

ح = ۸

م = ۴۰

د = ۴

۹۲ محمد (صلّی اللہ علیہ وسلّم)

گرو نانک کا ایک اور شعر ہے:-

توریت، زبور، انجیل، ترے سن ڈھٹے وید
رہے قرآن نام سب جگ میں پرو ار

ہندی کا ایک شعر ہے:-

کھیل سجن ستھ آٹھ نو رنگ سمان بچار۔
دُگن رنگن بن چتر گن گھٹ رہتا اک سار

یعنی اے دوست آٹھ اور نو کے کھیل کا تماشا دیکھو۔ مورکھ کی دوستی مثل آٹھ کے ہے۔ جوں جوں بڑھے گھٹتا جائے۔ اس کے برعکس چاتر کی دوستی مثل نو کے ہے کہ ضرب کرنے سے کم نہ ہو۔ ویسے ہی رہے۔

۸ × ۱ = ۸

۸ × ۲ = ۱۶ ـ یعنی ۶ + ۱ = ۷

۸ × ۳ = ۲۴ ـ یعنی ۴ + ۲ = ۶

۸ × ۴ = ۳۲ ـ یعنی ۲ + ۳ = ۵

۸ × ۵ = ۴۰ ـ یعنی ۰ + ۴ = ۴

۸ × ۶ = ۴۸ ـ یعنی ۸ + ۴ = ۱۲ پھر ۲ + ۱ = ۳

۸ × ۷ = ۵۶ ـ یعنی ۶ + ۵ = ۱۱ پھر ۱ + ۱ = ۲

۸ × ۸ = ۶۴ ـ یعنی ۴ + ۶ = ۱۰ پھر ۰ + ۱ = ۱

۹ × ۱ = ۹

۹ × ۲ = ۱۸ یعنی ۸ + ۱ = ۹

۹ × ۳ = ۲۷ یعنی ۷ + ۲ = ۹

۹ × ۴ = ۳۶ یعنی ۶ + ۳ = ۹

۹ × ۵ = ۴۵ یعنی ۵ + ۴ = ۹

۹ × ۶ = ۵۴ یعنی ۴ + ۵ = ۹

۹ × ۷ = ۶۳ یعنی ۳ + ۶ = ۹

۹ × ۸ = ۷۲ یعنی ۲ + ۷ = ۹

۹ × ۹ = ۸۱ یعنی ۱ + ۸ = ۹

۹ × ۱۰ = ۹۰ یعنی ۰ + ۹ = ۹

کہا جاتا ہے کہ انگریزی زبان میں سب سے بڑا لفظ (۴۵ مرکب حروف کا) یہ ہے :-

PNEUMONOULTRAMICROSCOPIC
SILICOVOLCANOKONIOSIS

= A SPECIAL FORM OF SILICOSIS CAUSED BY ULTRAMICROSCOPIC
PARTICLES OF SILICEOUS VOLCANIC DUST

☆☆☆

مُطایَبہ

میرے حج کے ایک خوش مزاج ساتھی (چودھری محمد اقبال صاحب) عجیب عجیب لطیفے پیدا کرتے تھے۔ منیٰ میں کنکریاں مارنے گئے تو شیطان سے فرمانے لگے کہ اے شیطان، میری تیری تو بچپن سے دوستی ہے۔ تو وہ کام کرسکتا ہے جو اللہ میاں کبھی نہیں کریں گے یعنی اِس پیٹی کے ووٹ اُس پیٹی میں ڈالنا تیرا ہی کام ہے۔ اب تک تو نے ایسا ہی کیا ہے آئندہ بھی میرا خیال رکھنا۔ (نیشنل اسمبلی میں کئی مرتبہ ممبر منتخب ہوئے ہیں۔ اب اُن کے صاحب زادے منتخب ہؤا کرتے ہیں)

ایک مرتبہ چودھری اقبال صاحب کے ساتھ ہم عرفات میں کسی خیمے میں بلاتکلف گھُس کر بیٹھ گئے۔ تھوڑی دیر میں خیمے والے آئے اور کہنے لگے کہ یہ خیمہ ہمارا ہے۔ چودھری صاحب کہنے لگے کہ بھائی صاحب عرفات میں تھوڑی دیر کا قیام ہؤا کرتا ہے۔ آئیے ہم لوگ ایک ہی خیمے میں لڑ بھڑ کر اپنا وقت گزار لیں۔ ایسا موقع کہاں ملے گا!

ایک مرتبہ چودھری صاحب کے ساتھ ہم لوگ بارہ ذی الحجہ کو منیٰ سے مکّہ معظمہ واپس ہو رہے تھے۔ ایک گدھا گاڑی میں سوار ہوئے۔ گاڑی چلانے والے کو کسی بات پر غصّہ آگیا۔ وہ عربی میں بولتا رہا اور چودھری صاحب پنجابی میں بولتے رہے۔ دیر تک یہی تماشا ہوتا رہا سُننے

والوں کا ہنسی کے مارے بُرا حال تھا۔ استغفراللہ۔

میرے ایک عزیز دوست پروفیسر علی نواز جتوئی صاحب (م ۱۹۹۶ء) سندھ یونی ورسٹی میں شعبۂ سندھی کے صدر تھے۔ وہ خود ہی اپنا ایک لطیفہ سُنایا کرتے تھے کہ میں حج سے پہلے ہمیشہ یہ دعا کیا کرتا تھا کہ اللہ تعالیٰ مجھے مدینہ منوّرہ میں مَوت عطا فرما دے۔ لیکن جب میں وہاں پہنچا تو مجھے بُخار آگیا اور میں ڈرا کہ واقعی کہیں مَوت واقع نہ ہوجائے، تو میں نے دعا کی اے اللہ، مجھے تو ابھی اچھا کر دے، دوبارہ جب آؤں تو بے شک مجھے مَوت دیدینا ـــــ پھر (ازراہِ دور اندیشی) دوبارہ وہاں نہیں گیا۔

ایک صاحب کو میرے یہاں مہمان بننے کا بہت شوق ہے اور سراج احمد سلمہ کے گھر پر کھانے کے وقت اکثر پہنچ جاتے ہیں۔ ایک مرتبہ اُنھوں نے ہم دونوں کی دعوت کرنے کی ہمّت کر ڈالی۔

ہم لوگ جب وقت مقرّر پر اُن کے یہاں پہنچے (تو ازراہِ دور اندیشی) وہ گھر سے غائب ہو گئے۔ ہم لوگ تھوڑی دیر اُن کے یہاں بیٹھے رہے۔ پھر واپس آ گئے۔ اُن کے گھر والے ہم لوگوں کو خوب جانتے ہیں لیکن کسی نے بیٹھنے کے لیے بھی نہیں کہا۔

ایک صاحب میرے یہاں بارہا قیام فرما ہوئے بلکہ ایک مرتبہ غالباً ۱۶-۱۷ دن قیام فرمایا۔ اتفاق سے تعلیمی کام کے سلسلے میں اُن صاحب

کی یونی ورسٹی میں مجھے چند یوم کے لیے قیام کرنا پڑا۔ اُن کو میرے آنے کا علم ہوا تو فوراً اپنے گھر والوں کو باہر بھیج دیا تاکہ اُن کو کسی دعوت کرنے کی زحمت نہ اٹھانی پڑے۔ وہ صاحب پھر اکثر میری قیام گاہ پر کھلنے میں شرکت فرمانے کی عزّت بخشتے رہے۔

ایک مرتبہ ایک صاحب کے شہر میں ہوائی جہاز سے مجھے جانا پڑا۔ وہاں کی یونی ورسٹی میرے لیے نئی جگہ تھی۔ تلاشِ بسیار کے بعد ایک ہوٹل میں قیام کی جگہ ملی۔ پھر یونی ورسٹی کسی طرح پہنچا۔ امتحان لیا۔ امتحان سے فارغ ہونے پر اُن صاحب نے ایک سانس میں دو جملے ادا کیے کہ آپ چائے پیجیے گا؟ لیکن یہاں کی چائے اچھی نہیں ہوتی۔ یہ صاحب وہ تھے جن کے استقبال کے لیے میں کئی مرتبہ کوٹھری تک گیا ہوں اور کئی مرتبہ انھوں نے غریب خانے کو اپنے قیام کی عزّت بخشی ہے۔

ایک صاحب نے مجھے بتائے بغیر، ایک بڑے آفیسر کے یہاں جاکر میری بہن مرحومہ کے نام سے (جو تیس سال پہلے فوت ہوچکی تھیں) سرکاری قرض لے لیا۔ اتفاق سے وہ آفیسر خود ہی اس قرض کی منظوری کا کاغذ مجھے دینے آئے۔ اور فرمانے لگے کہ میں نے آپ کی بہن کے لیے یہ قرض منظور کردیا۔ میں ہکّا بکّا رہ گیا۔ اور اُن صاحب کی عیّاری کی داد (دل ہی میں) دے کر خاموش ہوگیا۔

ایک صاحب نے یہاں ایک کالج میں اپنی بیٹی کا داخلہ کرانے کے لیے

بغیر مجھے بتائے ہوئے وہاں کی پرنسپل سے ملاقات کی۔ داخلے کا آخری دن تھا اور ایک ہی سیٹ بچی تھی۔ پرنسپل صاحبہ نے (از راہِ کرم) میرا نام سُنتے ہی اُن صاحب کی بیٹی کو داخلہ دے دیا۔ دوسرے دن میرے عزیز ہمسایہ (جو بیٹے کی طرح ہیں) اپنی بیٹی کے داخلے کے لیے میرا خط لے کر اُس پرنسپل کے پاس پہنچے۔ پرنسپل صاحبہ نے کہا کہ ڈاکٹر صاحب نے کل ہی ایک لڑکی کو بھیجا تھا۔ اُس کو داخلہ دیدیا۔ اب تو کوئی سیٹ باقی نہیں رہی۔ میں حیرت میں رہ گیا۔

ایک صاحب نے میرے حوالے سے ایک بڑے آفیسر کو اپنے بیٹے کی ملازمت کے لیے درخواست دی۔ اُنھوں نے منظور کرنے کا وعدہ کر لیا۔ لیکن اتفاق سے وہ آفیسر میرے پاس آئے اور دریافت کیا کہ آپ نے کیا اُن صاحب کو بھیجا تھا؟ میں حیرت میں خاموش رہ گیا۔

ایک صاحب کے بیٹے نے اپنے محکمے میں بہت بڑا فراڈ کیا۔ آفیسر کو معلوم ہُوا تو اس کی گرفتاری کا حکم جاری ہو گیا۔ وہ صاحب بغیر مجھے بتائے ہوئے اُس آفیسر کے یہاں میرے حوالے سے پہنچ گئے۔ آفیسر نہایت شریف تھے۔ وہ دوڑتے ہوئے میرے پاس آئے اور کسی طرح اُس گرفتاری کے عمل کو رکوا دیا۔

کراچی میں ایک صاحب کو پیغمبر بننے کو شوق ہُوا (دماغ صحیح نہیں تھا)۔ فرمانے لگے کہ مجھ پر وحی آئی ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کی طرح تم بھی

اپنے بیٹے کو ذبح کردو۔ چناں چہ انھوں نے اپنے بیٹے کو ذبح کردیا۔ محلے میں شور ہوا۔ وہ صاحب گرفتار ہوگئے۔ کئی سال جیل میں رہے۔ پھر حیدرآباد آگئے۔ ایک دن میرے پاس اپنی ایک کتاب لے کر آئے۔ فرمانے لگے کہ اس کو دیکھ لو۔ میں چھپوانا چاہتا ہوں۔ میں نے اُلٹ پلٹ کر دیکھا تو اُس میں ہر طرح کی غلطیاں تھیں۔ میں نے اُن سے کہا کہ یہ کتاب کسی جاہل نے لکھی ہوگی۔ فرمانے لگے کہ نہیں ایسا نہیں ہے۔ یہ تو مجھ پر نازل ہوئی ہے۔ میں نے کہا پھر تو ٹھیک ہے۔ بعد میں معلوم ہوا کہ یہی وہ شخص ہے جس نے اپنے بیٹے کو ذبح کیا تھا۔

جبل پور (سی-پی) میں ایک صاحب کو پیغمبر بننے کا شوق ہوا۔ پولیس انسپکٹر رہ چکے تھے۔ پولیس کی کمائی سے بہت سے لڑکوں کی دعوت کرتے رہے۔ پھر اپنی پیغمبری کی دعوت بھی دیدی۔ ایک دن فرمانے لگے کہ مجھ پر انجیل نازل ہونے والی ہے۔ لڑکوں نے ایک کباڑی کے یہاں سے پُرانی انجیل چند آنوں میں خرید کر اُن کے مکان کے باہر سے اُن کے آنگن میں پھینک دی۔ وہ بہت خوش ہوئے کہ انجیل نازل ہوگئی ہے۔ لڑکوں نے کہا کہ بس اس کو لندن میں چھپوانا چاہیے اور اس کو ناپاک ہاتھوں سے بچا کر دریا کے ذریعے لندن بھیجنا چاہیے۔ چناں چہ ایک دن اُن پیغمبر صاحب کی کھوپڑی پر اُس انجیل کو رکھ کر قریب سات میل اُن کو پیدل چلا کر دریائے نربدا میں انجیل کو پھینکا۔ تاکہ وہ دریائے نربدا سے بحرِ عرب، بحرِ احمر، بحرِ روم وغیرہ ہوتی ہوئی انگلش چینل سے لندن پہنچ جائے۔ ایک عرصے کے بعد وہاں کے ایک

ایک صاحب اپنی بیوی کو کوستے رہتے تھے کہ اتنا اچھا کھانا پکاتی ہے کہ بہت سا کھانا پڑتا ہے۔ خرچ تو میرا ہوتا ہے، اُس کا کیا جاتا ہے؟

ایک صاحب کی عادت تھی کہ مٹھائی اور پھل وغیرہ بازار سے لاتے تھے تو صرف اپنی بیوی کو اپنے ساتھ کھلاتے تھے، بچوں کو شریک نہیں کرتے تھے کہ وہ بھی بڑے ہو کر کھا لیا کریں گے جس طرح ہم لوگ بڑے ہو کر کھا رہے ہیں۔

۱۹۳۷ء میں کنگ ایڈورڈ کالج امراؤتی (برار) کے میگزین میں اپنے طلبہ کے لیے ایک مضمون "ایک موازنہ (فسانۂ عجائب اور سرورِ سخن)" شایع کیا تھا۔ اس کے ۸۔۹ سال بعد ایک صاحب نے امین الادب (لوہارو) میں وہ مضمون (لفظ بہ لفظ) اپنی طرف سے شایع کر دیا۔ شاید یہ خیال کیا ہوگا کہ لکھنے والا مر چکا ہوگا۔ اُس رسالے کے ایڈیٹر کو میں نے خط لکھا تو انھوں نے کوئی جواب نہیں دیا ـــ وہ مضمون کوئی زیادہ اچھا بھی نہیں تھا۔ اور اب بھی میں کونسا اچھا لکھ لیتا ہوں ـــ ع ہم کہاں کے دانا تھے، کس ہنر میں یکتا تھے۔

ایک صاحب نے ظہیر کاشمیری کے خلاف میری طرف سے ایک مضمون شایع کر دیا۔ مجھے نہیں بتایا۔ میرے ایک شاگرد کا خط آیا۔ اُنھوں نے دریافت کیا وہ مضمون کیا آپ نے لکھا ہے؟ مجھے خاموش ہونا پڑا۔

٭٭

میرے کرم فرما لالہ اسرار محمد صاحب کا انتقال ۱۴۰۳ھ میں کراچی میں ہوا۔ اُن کے مزار کے لیے میں نے قطعۂ تاریخ لکھا جس کے شروع میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم اور اُس کے نیچے اِنَّ اللّٰہَ غَفُوْرٌ رَّحِیْم بھی لکھا۔ ایک صاحب جو علم و عقل کے دعویدار تھے اور علمی خاندان سے تعلق بھی رکھتے تھے، انھوں نے غفورٌ رحیم کو غفور الرحیم بنا دیا اور اس پر اصرار بھی کیا۔ اُن سے یہی کہا جا سکتا تھا کہ آپ اسی قرارت کے ساتھ ایک قرآن شریف چھپوا دیں تاکہ لوگ اپنی اصلاح کر سکیں۔

اُن صاحب کے اس اصرار پر غالب کے غیر مطبوعہ دیوان کا ایک شعر یاد آیا:-

عاقلوں کی کمی نہیں غالب　　　ایک ڈھونڈو ہزار ملتے ہیں

ایسے عاقلوں کے لیے علی گڑھ والے ایک اَور لفظ استعمال کرتے ہیں۔

ایک دن مغرب کے بعد گھر کے صحن میں دیکھا کہ ایک بلّی لوٹ پوٹ ہو رہی ہے۔ میں سمجھا کہ شاید اُس کو کچھ تکلیف ہے۔ لیکن تھوڑی دیر کے بعد دیکھا کہ ایک چھپکلی اُس کی پچھلی ٹانگوں کے نیچے دوڑ کر آ گئی۔ بلّی اُسے پکڑ کر لے گئی۔ گویا بلّی نے اپنی غذا کے لیے یہ تدبیر کی۔ کئی دن کے بعد دوبارہ اسی طرح دیکھا۔

وطن جبل پور (سی۔پی) سے الٰہ آباد کی طرف جانے والی ریل سے قریب ۳۰-۳۲ میل پر ایک اسٹیشن سلیمن آباد ہے۔ لیکن بستی قریب دو میل پر ہے۔ وہاں کچھ عزیزوں سے ملنے کے لیے منجھلے بھائی عبدالرحمن

خان صاحب بستی کی طرف روانہ ہوئے تو راستے میں گھنے جنگل سے ایک چیتے نے بھائی صاحب کا پیچھا کیا۔ وہ آگے آگے جاتے تھے، چیتا پیچھے پیچھے چلتا تھا۔ بھائی صاحب کھڑے ہو جاتے تھے تو وہ بھی کھڑا ہو جاتا تھا۔ بھائی صاحب بہت پریشان ہوئے۔ ہاتھ میں لکڑی بھی نہیں تھی۔ آخر اُنھوں نے اللہ کا نام لے کر ایک پتھر زور سے اُس کو مارا۔ اللہ کی شان کہ وہ بھاگ گیا۔ بعد میں کسی نے بتایا کہ چیتا پتھر سے بھاگ جاتا ہے۔ لیکن شیر نہیں بھاگتا۔ چیتا درخت پر چڑھ جاتا ہے۔ ریچھ بھی درخت پر چڑھ جاتا ہے لیکن اُس کا سُر نیچے اور پیر اوپر ہوتے ہیں۔ اگر زور سے اُس کے پیروں پر مار دیا جائے تو وہ درخت سے نیچے گر پڑتا ہے۔ شیر نہیں چڑھ سکتا۔ وہ چھلانگ لگاتا ہے۔ کُتّا (جنگلی) درخت پر نہیں چڑھ سکتا۔ ریچھ کھڑا ہو کر حملہ کرتا ہے لیکن ایک قوی انسان اُس کے پیر پکڑ کر اُسے زیر کر سکتا ہے۔

جبل پور (سی۔پی) میں ہمارا مکان محلّہ بھان تلیا میں تھا۔ وہاں دور دور تک پہاڑیاں تھیں۔ بعض مقامات پر قیمتی پتھر بھی مل جاتے تھے۔ ایک مرتبہ وہاں سفید سانپ (جو قریب دو۲ فٹ کا تھا) میں نے دیکھا تھا۔ لیکن شاید بے ضرر تھا۔ وہاں کی پولس چوکی سے شمال کی طرف ایک سڑک مدار ٹیکری کی طرف جاتی تھی۔ قریب ایک فرلانگ پر ایک کچّا راستہ مشرق کی طرف جاتا تھا۔ قریب ڈیڑھ فرلانگ پر ایک چشمہ تھا۔ اُس کے کچھ آگے ایک راستہ سِدّھ بابا کی لُوریا (لُوریا = پہاڑی) کی طرف جاتا تھا۔ راستے میں بائیں طرف دو۲ بڑی بڑی چٹانیں ہیں۔ اونچائی میں قریب بیس بیس فٹ

کی تھیں۔ اُن پر لکڑی کی ضرب لگانے سے ٹن ٹن کی آواز (گھنٹے کی آواز کی طرح) آتی تھی۔ ہم لوگوں نے اس مقام کا نام جبل فاروق رکھا تھا اکثر تفریح کے لیے اُس طرف جانا ہوتا تھا۔

جبل پور کے محلے بھان تلیا میں ایک مکان ہمارے والد صاحب مرحوم کا خریدا ہوا تھا۔ دوسرا مکان ہمارے ماموں مولانا عبدالمجید خان صاحب نے میرے بڑے بھائی حاجی نذیر احمد خان صاحب کو فروخت کر دیا تھا۔ دونوں مکانوں میں بڑے بھائی صاحب نے اپنے ہاتھ سے کنواں کھودا تھا۔ (قریب دس ہاتھ گہرا)۔ ۱۹۴۷ء میں تقسیم ہند کے موقع پر ہندوؤں نے مسلمانوں پر حملے شروع کر دیے تھے۔ اور وہاں کی حکومت نے مسلمانوں کو گرفتار کرنے کا ایک حیلہ یہ بنایا تھا کہ اُن کے پاس چھریاں ہیں (ہر مسلمان کے پاس گوشت کاٹنے کے لیے چھوٹی بڑی چھری ضرور ہوتی تھی)۔ ایسی حرکتوں کی وجہ سے مسلمانوں نے کوچ کرنے کا ارادہ کیا۔ ہمارا دوسرا مکان جو ماموں صاحب سے خریدا تھا اُس کے کنویں کے قریب جو کمرہ تھا اُس کی دہلیز کے قریب بھائی صاحب نے پردادا والی تلواریں دفن کر دی تھیں۔ اُن میں ایک تلوار بہت لمبی تھی لیکن وزن میں ہلکی تھی۔ دوسری تلواریں چھوٹی چھوٹی تھیں لیکن زیادہ وزنی تھیں کسی کی سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ وہ بڑی تلوار کیوں ہلکی تھی۔ حالانکہ لوہے کی تھی۔

جبل پور کے محلہ بھان تلیا میں ہم لوگوں کا قیام تھا۔ وہاں ۲ مسجدیں تھیں۔ ایک مسجد ہمارے گھر کے قریب تھی۔ ہم لوگ وہیں نماز پڑھا کرتے تھے۔ دوسری

مسجد موبیدار صاحب والی کہلائی جاتی تھی۔ وہاں اکثر میرے ماموں مولانا عبدالمجید خان صاحب نماز پڑھا دیا کرتے تھے۔ میں بھی کبھی کبھی اس مسجد میں چلا جایا کرتا تھا۔ ایک مرتبہ عشاء کے وقت وہاں ایک حافظ صاحب (جو ہنومان تالاب کی مسجد کے قریب رہتے تھے) اتفاق سے آگئے تو ماموں صاحب نے ان سے نماز پڑھانے کے لیے عرض کیا۔ حافظ صاحب نے غالباً سوچا ہو گا کہ آج یہاں ق پر زیادہ زور دیدیا جائے تو لوگوں پر رعب پڑ جائے گا۔ چناں چہ انھوں نے غالباً سورۃ یونس کی آیت نمبر ۳۵ پڑھنی شروع کی۔ اس میں کئی قاف ہیں۔ انھوں نے ق پر اتنا زور دیا کہ گویا وہ قے کر رہے ہوں۔ ہم لوگوں نے بے ساختہ ہنسنا شروع کیا۔ پھر تمام نمازیوں نے بھی (سوائے ماموں صاحب کے) زور زور سے ہنسنا شروع کر دیا۔ اس طرح سب کی نماز غلط ہو گئی اور دوبارہ پڑھنی پڑھی۔

تبلیغی جماعت کے حضرات گاؤں گاؤں میں تبلیغ کیا کرتے ہیں۔ وہاں کے لوگوں کو نماز کی ترغیب دلاتے ہیں اور شریعت کی دعوت دیتے ہیں۔ اُنھوں نے وہاں کسی سے نماز پڑھنے کے لیے بار بار کہا تو وہ کہنے لگا کہ آپ تو وہ کام کرانا چاہتے ہیں جو میرے باپ دادا نے کبھی نہیں۔ خیر آپ کے کہنے سے میں مسجد کو چلا چلتا ہوں لیکن یہ نیا کام ہے۔ خدا خیر کرے کوئی آفت نہ آجائے۔

٭٭٭